ہرات کے آثارِ قدیمہ

از جناب مولوی محمد عظمت اللہ صاحب پانی پتی فاضل دیوبند

(۳)

(۵) گازرگاہ

مصلے کے بعد ایک اور خوبصورت و مشہور مقام "گازرگاہ شریف" ہے۔ یہ متبرک مقام ایک پہاڑ کے دامن میں واقع ہے جو شہر کی شمال مشرقی سمت ۲ میل کے فاصلہ پر ہے، مورخین اس مقام کو مختلف ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ ہم یہاں اُن کے اقوال مختصراً "آثار ہرات" سے نقل کرتے ہیں:-

"مولانا جامی اس کو "گازرگاہ" کہتے ہیں۔ گازر کے معنی دھوبی کے ہیں۔ گویا کہ اس مقدس مقام پر بھی غلاظتِ معصیت سے آلودہ کپڑے رحمت خداوندی کے آب زلال سے سفید ہوتے ہیں ؎

گازر نیست تربتِ او کابرِ مغفرت　　　　در ساحتش سفید کند جامۂ سیاہ[۱]

صاحب بستان السیاحۃ کارزارگاہ لکھتا ہے اور کہتا ہے کہ سنہ ۵۱ھ میں ہرات کے مسلمانوں نے خارجیوں سے جنگ کی تھی اور مسلمان شہدار اس موقع پر جو ہفت چاہ کے نام سے مشہور ہے، دفن کئے گئے تھے اسی بنا پر اس مقام کو کارزارگاہ کہنے لگے

صاحب معجم البلدان اس مقدس مقام کو کازیارگاہ کہتا ہے۔ یہ مقام بہ نسبت خواجگان ہفت چاہ کے جو سنہ ۵۱ھ میں اس جگہ شہید ہو کر دفن کئے گئے تھے۔ لوگوں کی توجہات کا زیادہ مرجع ہے۔[۲]

---

[۱] مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقدس مقام کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا تھا۔ یہ شعر اسی قصیدہ کا ہے　[۲] آثار ہرات جلد اول

بارتولد لکھتا ہے:-

"اصل لفظ کارزارگاہ (یعنی محلِ جنگ) تھا۔ کثرتِ استعمال کے سبب اُسکی صورت بگڑ کر "گازرگاہ" ہو گئی" اسفزاری کے قول کے مطابق ۱۲۰۶ء میں یہاں جنگ ہوئی تھی۔ کارزارگاہ سابق شاہانِ ہرات کی قیام گاہ تھی۔

یہاں پیرِ ہرات خواجہ عبداللہ انصاری کا مقبرہ ہے جو گیارھویں قرن کے مشائخ میں سے تھے۔ اس مقبرہ کو شاہانِ تیموریہ نے پندرھویں قرن میں تعمیر کیا تھا۔[1]

گازرگاہ کی مختلف عمارتوں اور زیارتگاہوں میں جو قابلِ دید ہیں اُن کا ذکر ہم ذرا تفصیل سے کرتے ہیں:-

جو شخص گازرگاہ کی زیارت کو جاتا ہے وہ سب سے پہلے بڑے باغ میں داخل ہوتا ہے۔ یہ باغ چاروں طرف دیواروں میں محصور ہے۔ باغ سے گزر کر وہ ایک گنبد دار ہشت پہلو مقبرہ پر پہنچتا ہے۔ اس شاہی مقبرہ میں متعدد رواق اور کمرے بنائے گئے ہیں۔ نیز دو تین بالاخانے بھی ہیں جن کے دریچے مقبرے کی اندرونی جانب کھلتے ہیں۔ موسم گرما کے لئے ایک تہ خانہ بھی بنا ہوا ہے۔ اس احاطہ کے عقب میں زیارت گاہ ہے جس کی تمام چیزیں اگرچہ موجود ہیں۔ لیکن بہت بُری حالت میں ہیں۔ اندر داخل ہونے کا راستہ اور احاطہ کی لپائی پوری طرح حفاظت نہ ہونے کے سبب خراب و خستہ ہو رہی ہے جسے دیکھ کر زائرین کو بہت افسوس ہوتا ہے۔ زیارت گاہ کا مدخل ایک دہلیز میں سے ہو کر گذرتا ہے۔ دہلیز میں اونچی اونچی کمانچیاں (ڈاٹیں) بنی ہوئی ہیں۔ زمین پر سنگِ مرمر کا فرش ہے جو زائرین کی کثرتِ آمد و رفت کے باعث شکستہ ہو رہا ہے۔ مدخل کے پہلو میں اندرونی جانب سنگِ مرمر پر ایک بڑی تصویر بنی ہوئی ہے۔ یہ تصویر[2] شیر کی ہے۔ جس پتھر پر یہ تصویر ہے وہ آدھا زمین میں دھنسا ہوا ہے۔ اس تصویر کے اس مقام پر ہونے کی وجہ نہیں بتائی جا سکتی۔

[1] جغرافیائے تاریخی ایران۔ بارتولد صفحہ ۱۱۰

[2] اسی قسم کا ایک دیوتا (دوتا) غزنہ میں سلطان محمود غزنوی کے مزار کے احاطہ میں بھی مشاہدہ کیا گیا ہے

مدخل سے گزر کر ایک مستطیل احاطہ آتا ہے۔ یہ احاطہ نظر فریب اور خوشنما ہے۔ اس کی دیواریں محراب دار بنائی گئی ہیں۔ مشرقی دیوار کی پیائی بہت خوبصورت تھی مگر اب خراب ہوگئی ہے۔ احاطہ کے وسط میں قدرے جنوب مائل مدخل سے قریب ایک میٹر اونچا ایک چبوترہ بنایا گیا ہے۔ مدخل کی دیوار اور چبوترہ کے درمیان ایک راستہ ہے۔ اسی طرح چبوترہ اور دیوار غربی کے درمیان دوسرا راستہ ہے پہلے راستہ کو طے کرنے کے بعد دوسری راستہ پر پہنچتے ہیں۔ یہ دوسرا راستہ شمال کی سمت جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کا مزار اسی راستہ سے شمال مغرب میں واقع ہے بسمت شمال میں تقریباً ڈیڑھ میٹر کے فاصلہ پر ایک اور چبوترہ ایک راستہ کی صورت میں بنایا گیا ہے۔ اس راستے کے شمال میں خواجہ عبداللہ انصاری کا مزار مبارک ہے۔ اور ان کے قدموں کی طرف اُن کی اولاد کی قبریں ہیں۔

چبوترہ کے اوپر جو قبریں ہیں۔ اُن میں فضلا وامراء کی قبروں پر نہایت بہترین صندوق رکھے ہوئے ہیں۔ خواجہ عبداللہ کے مزار مبارک کے گرد چوبی کٹہرا لگا ہوا ہے۔ قبر پر سفید پتھر لگائے گئے ہیں۔ قبر کے ایک رُخ پر جو عبارت لکھی ہوئی ہے وہ عمادی خط میں ہے۔ تمام قبر پر نفیس کندہ کاری کی گئی ہے۔ یہ پتھر اپنی ساخت تحریر اور کندہ کاری میں انتہائی خوبی کے حامل ہیں۔ خواجہ کا نام پتھر پر ان الفاظ میں کندہ ہے:-

"ابو اسماعیل خواجہ عبداللہ انصاری" تاریخ وفات "نقطہ فات" سے بحساب ابجد ۴۸۱ھ (۱۰۸۹ء) نکلتی ہے[1]۔

[1] خواجہ موصوف ابو منصور بن حضرت ابی ایوب انصاری کی اولاد میں سے ہیں خواجہ کے آباؤ اجداد حضرت خلیفہ ثالث کے عہد خلافت میں ہرات آئے تھے۔

خواجہ موصوف مصرخ ہرات میں بروز جمعہ غروب آفتاب کے وقت مورخہ ۲ر شعبان ۳۹۶ھ پیدا ہوئے۔ ۹ سال کی عمر میں املا نویسی سیکھی۔ ابھی لڑکپن ہی کا زمانہ تھا کہ شعر وشاعری میں وہ درجہ حاصل کیا کہ ہمعصروں کیلئے رشک کا باعث ہوگئے موصوف اعلیٰ پایہ کے محدث تھے۔ قدرت کی طرف سے آپ کو حافظہ نہایت قوی عطا ہوا تھا۔ تحصیل کمالات کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔ (بقیہ نوٹ ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ پر)

سنگ ہفت قلمی جس کی تعریف صاحب بحیرہ نے ان الفاظ میں کی ہے :۔

"اس نفاست و عمدگی کا پتھر تمام دنیا میں نہیں ہے"

احاطہ کی غربی دیوار کے حجروں میں سے ایک حجرہ میں نصب ہے یہ پتھر سیاہ رنگ کا ہے۔ اس پر خط ثلثی میں جو تحریرات ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ عمارت سلطان شاہرخ کے عہد (۸۰۹ھ و ۸۵۵ھ ۱۴۵۵ء) میں بنائی گئی ہے۔ [۱]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) روایت ہے کہ موصوف نے ۳۰۰ محدثین سے احادیث کا استفادہ کیا۔ ۱۴ سال کی عمر میں امام یحییٰ عمار سے تفسیر وغیرہ علوم قرآنیہ حاصل کئے۔ امام موصوف خود اُن کے متعلق کہتے ہیں :۔

"عبداللہ کی ناز برداری کرو۔ اس سے بوئے امامت آتی ہے"

علم تصوف کے لئے شیخ ابوالحسن خرقانی کی صحبت اختیار کی۔ بہت چھوٹی عمر میں باپ کا انتقال ہوچکا تھا۔ اس لئے ہمیشہ غربت و بے نوائی کی زندگی گذاری وہ خود کہتے ہیں کہ اکثر اوقات میں نے لباس برہنگی میں مجالس درس قائم کیں۔ اور بہت سے ایام گھاس کھا کھا کر بسر کئے۔ مگر کسی سے حاجت روائی کا امیدوار نہ ہوا۔ حالانکہ بڑے بڑے متمول اصحاب عقیدت مندوں اور شاگردوں کے زمرہ میں شامل تھے۔

موصوف کی تصنیفات بہت مشہور ہیں خصوصاً تفسیر قرآن۔ منازل السائرین۔ طبقات۔ گنجنامہ وغیرہ۔

آپ کی وفات ۴۸۱ھ میں بعمر ۸۴ سال ۴ ماہ ۲۰ دن ہوئی۔ تاریخ ذیل کی رباعی سے نکلتی ہے جو آپ کے مزار مبارک کی لوح پر لکھی ہوئی ہے

آں خواجہ کہ در صورت و معنی شاہست   وز سِر حقیقت دو کون آگاہ است

از روئے حساب جمل ار دانی "فات" (۴۸۱)   تاریخ وفاتِ خواجہ عبداللہ است

مزار کی عمارت ۸۵۹ھ میں تکمیل کو پہنچی اور ۱۳۱۲ق میں بزمانہ سلطنت امیر عبدالرحمٰن خاں سنگ رخام سے اس پر پچی کاری کی گئی۔ اور چوبی پنجرہ کا ایک سرپوش اس پر ڈھانک دیا گیا۔ ۱۳۰۷ق میں سپہ سالار فرامرز خاں کی طرف سے ایوان مبارک مسجد جامع اور خانقاہ کی مرمت ہوئی۔

یہ سالہ واقعات پتھر کی ایک لوح پر لکھے ہوئے ہیں جو روضہ کے ایوان غربی کی ایک دیوار پر اسکے جنوبی دروازہ کے قریب ہے۔ [۱] یہ تاریخ چونکہ شاہ موصوف کی وفات سے ۹ سال بعد کی ہے اس لئے قیاس کیا گیا ہے کہ یہ عمارت شاہ موصوف کی زندگی میں شروع ہوکر اُس کی وفات کے بعد سلطان ابوسعید کے عہد میں انجام کو پہنچی۔

امیر دوست محمد خاں کی قبر کا پتھر نسبتاً سادہ[۵] ہے۔ یہ پتھر سفید مرمر کا ہے جس کا طول ۸ فٹ اور عرض ۱½ فٹ سے ۲ فٹ تک ہے۔ قبر کے اطراف میں بھی سنگ مرمر لگا ہوا ہے۔ جو لوحیں امیر موصوف کی قبر کے سرہانے اور قدموں کی جانب نصب ہیں وہ نہایت خوشنما ہیں۔

زیارتِ خواجہ کے شمال میں دو میٹر کے فاصلہ پر ایک بڑی اور اونچی محراب بنی ہوئی ہے۔ یہ محراب اگرچہ ابو نصر پارسا کی اس محراب کے نمونہ پر بنائی گئی ہے جو بلخ میں ہے۔ لیکن اونچائی اور خوبصورتی میں اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ اس محراب کی چونہ قلعی ہرات کی صنعتِ تعمیر کا شاہکار شمار ہوتی ہے نیز یہ محراب گازرگاہ کی تمام عمارتوں میں ایک خصوصی امتیاز رکھتی ہے۔

حویلی میں بیس تیس قبروں کے پتھر اور پڑے ہیں جو زیادہ پرانے معلوم نہیں ہوتے۔ ان میں سے وہ پتھر جو نسبتاً قدیم معلوم ہوتا ہے سیاہ مرمر کا ہے۔ جس پر عربی خط میں ۸۶۵ھ (۱۴۶۱ء) تحریر ہے۔ مگر اس پر نام کسی کا بھی نہیں ملتا۔

اسی قسم کے چار پانچ پتھر اور بھی ہیں جن پر نام اور تاریخ دونوں درج ہیں۔ ان میں سے دو پر "رستم محمد خاں" اور "محمد امین خاں" کے نام کندہ ہیں۔ ان ناموں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ چنگیز خاں کے خاندان سے تھے۔ ان دونوں کی تاریخ وفات بحساب ابجد علی الترتیب ۱۰۵۳ھ اور ۱۰۷۶ھ نکلتی ہے۔

تیسری قبر محمد عوض خاں پسر خان سوم (۱۰۶۷ھ) کی اور پانچویں شاہزادہ مسعود (۱۲۵۲ھ) کی ہے۔

نیز حویلی میں دو پتھر کہنہ قبروں کے ہیں جن کی تحریریں عربی خط میں ہی ہیں۔ ایک پر "سلطان محمود ۷۶۱ھ" (۱۳۶۰ء) اور دوسرے پر "استاد محمد خواجہ ۸۴۱ھ" (۱۴۳۸ء) لکھا ہوا ہے۔

---

[۵] امیر دوست محمد خاں ۱۲۵۵ھ میں دوبارہ تخت پر بیٹھا۔ چونکہ قندھار اور ہرات وغیرہ نے اس کی اطاعت قبول نہیں کی اس لئے ان پر فوج کشی کر کے پہلے قندھار اور پھر ہرات پر تسلط حاصل کیا۔ ہرات کا محاصرہ سال بھر تک برابر رہا۔ ہرات کو فتح کرنے کے بعد امیر موصوف نے وفات پائی اور خواجہ بزرگ کے سایہ میں دفن کیا گیا۔

قبریں صرف حویلی ہی میں نہیں ہیں بلکہ احاطہ کے ہر گرد اور ہر چہار دیواری میں موجود ہیں۔ یہ تمام ان امرائ اولیاء اور مشائخ عظام کی قبریں ہیں جو ...... حضرت خواجہ کے قدموں میں دفن ہونے کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔

ایک اور مرمری خوبصورت پتھر ہے جو کسی بادشاہ کی ماں کی قبر کا پتہ دیتا ہے مگر افسوس اس کا نام نہیں پڑھا جاتا۔ صرف "مہد علیا" کا لفظ صاحب قبر کی عظمت کا نشان بتاتا ہے سنہ وفات بحساب ابجد ۸۶۶ھ نکلتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس زیارت گاہ کی قبروں کی مجموعی تعداد چار سو سے بھی زیادہ ہے۔

احاطے کے اندر سفید سنگ مرمر کی ایک دیگ زائرین کے واسطے شربت تیار کرنے کے واسطے رکھی ہوئی ہے۔ اس کی بیرونی سطح کندہ کاری اور نقش و نگار سے آراستہ ہے۔ یہ دیگ دختر مرزا شاہرخ کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ مگر اس کی تحریرات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ خود شاہرخ نے اُسے بنایا تھا لیکن ۱۱۰۰ھ (۱۶۸۹ء) میں جب یہ دیگ مرمت ہوئی تو خاندان شاہی کی ایک خاتون نے جس کا نام معلوم نہیں اُس کی دوبارہ مرمت کرائی۔

حوض ہشت در۔ حوض زمزم مع اُن کی خوشنما عمارتوں کے نہایت درجہ شہرت رکھتے ہیں۔ دو چلہ خانے جن میں گرمی اور سردی کے موسموں میں حضرت خواجہ نیز دیگر مشائخ زمانہ نے مجاہدے کئے اب تک اپنی اصل ساخت پر باقی ہیں۔

زمانۂ قدیم میں یہ دستور ہو گیا تھا کہ جو مجرم گازرگاہ میں پناہ گزیں ہو جاتا تھا۔ حکومت خواجہ بزرگ کے ادب و تعظیم کی وجہ سے اُس سے اُس وقت تک تعرض نہ کرتی تھی جب تک کہ وہ اس احاطہ میں رہتا۔ اس پناہ گاہ کو اسی لئے "بست خواجہ" بھی کہنے لگے ہیں۔

اس زیارت گاہ کے مصارف کے لئے پُرانے زمانے میں حکومت کی طرف سے کافی جائداد وقف اور وظائف مقرر تھے۔ جو زائرین کی مہانداری، مجاورین کی تنخواہ اور عمارت کی مرمت وغیرہ میں صرف ہوتے تھے۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

اس زیارت گاہ کے مقدس تبرکات میں سے حضرت ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک بھی ہے جو امیر حبیب اللہ خاں شہید کی حکومت کے ابتدائی دور میں ترکی سے لایا گیا تھا۔

یہاں ایک زمین دوز مسجد بھی ہے جو حیرت انگیز اصول پر تعمیر کی گئی ہے زائرین اس میں عبادت کرکے برکت حاصل کرتے ہیں۔

(۶) راہ مخفی و بعض مزارات قابلِ دید۔

شہر کی شمالی جانب تقریباً ایک میل دور ایک اور عمارت ہے۔ اُس کی چھت میں ایک غار بنا ہوا ہے جو ایک زمین دوز مکان کا راستہ تھا۔ اور اب شکستہ حالت میں باقی ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین دوز راستہ غالباً قلعہ تک پہنچتا تھا۔ یہ عمارت بظاہر ایک شاندار مقبرہ معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس میں کوئی پتھر کی قبر نظر نہیں آتی جس کے کتبہ سے صاحب مزار کی بزرگی کا پتہ چل سکے یا اس عمارت کے متعلق مزید معلومات حاصل ہوسکیں۔

تاہم پانچ چھ سفید و سیاہ پتھر کچھ فاصلہ پر پڑے ہوئے ملتے ہیں۔ جن میں سے بعض پر بخط عربی اور بعض پر بخط نستعلیق کچھ تحریرات نظر آتی ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک پتھر پر امیر جلال الدین ۸۴۷ھ (۱۴۴۴ء) لکھا ہوا ہے ایک اور پتھر امیر جلال الدین کے نام کا درگاہِ شہزادہ قاسم میں ہے جس کی تاریخ ۸۵۸ھ (۱۴۵۵ء) ہے نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ گازرگاہ کے راستہ میں ایک تیسرا پتھر اسی نام کا موجود ہے۔ مگر یہ بات کہ یہ مختلف جلال الدین کون کون حضرات تھے کسی کو معلوم نہیں۔

اس گنبددار مقبرہ کی مغربی جانب اور بھی بزرگوں کی زیارتگاہیں ہیں۔ ان میں سے ایک مولانا جامی[۱] کی قبر ہے

---

[۱] مولانا عبد الرحمن جامی کا اصلی لقب عماد الدین، مشہور لقب نور الدین تخلص جامی اور مسلک حنفی ہے۔ ۲۰ رشعبان ۸۱۷ھ کو ولادت ہوئی۔ والد کا نام نظام الدین احمد بن محمد تھا۔ جامی ایک باکمال اور فضیلت مآب شخصیت کے مالک اور اپنے زمانہ کے جلیل القدر علماء میں سے ہیں نظم و نثر ہر دو میں ایسے قابل کہ اُس دور میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ موصوف کی تصانیف لفظ "جامی" کے اعداد کے مطابق ۵۴ ہیں۔ مثلاً شرح ملا جامی نفحات الانس۔ ہفت اورنگ (جو سات کتابوں پر مشتمل ہے) بہارستان کلیات اشعار۔ اشعۃ اللمعات۔ رسالہ در موسیقی۔ معمائے کوچک۔ متوسط و بزرگ وغیرہ (بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ پر)

دوسری زیارت گاہ شیخ زین الدین[1] خوافی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو بلند پایہ مشائخ میں سے تھے۔ یہ زیارت عید گاہ کے پاس ہے۔ قبر پر ایک عالی شان عمارت بنی ہوئی ہے۔ لوح مزار سے پتہ چلتا ہے کہ بعمر ۸۰ سال ۸۳۸ھ میں وفات پائی

ایک اور اہم مقام شہر کے شمال مغرب میں قریباً ۲ میل کے فاصلہ پر قریہ آزادان میں ہے۔ یہ مزار ابوالولید[2]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) رشحات میں لکھا ہے کہ جامی اپنے والد کے ساتھ ہرات میں وارد ہو کر مدرسۂ نظامیہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور فضلائے زمانہ مثلاً جنید اصولی اور مولانا خواجہ علی سمرقندی وغیرہ سے تحصیل علوم کی۔ اور بلند پایہ علامہ بن گئے جامی لڑکپن میں ذہین اور محنتی۔ جوانی میں عالم باعمل۔ اور پیری میں مولانا اور پیر تھے"

۸۱ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ تاریخ وفات یہ آیت شریف ہے۔ ومن دخلہ کان آمناً (روز جمعہ ۱۸ محرم ۸۹۸ھ) آپ کے جنازہ کی مشایعت میں خاقان کبیر سلطان حسین مرزا۔ اس کا وزیر امیر علی شیر۔ امرا، ارکان دولت سادات علما، و مشائخ زمانہ شریک ہوئے۔

موصوف کا مزار ۱۳۲۵ھ میں امیر حبیب اللہ خاں کے زمانہ میں تعمیر ہوا اور ایک غلاف جو خسرو آقا کے نام سے مشہور ہے مزار پر چڑھایا گیا۔

[1] شیخ زین الدین خوافی صاحب ارشاد بزرگ تھے۔ سلوک میں شہاب الدین سہروردی کے طریقہ پر، اور فقہ میں ابوحنیفہ کے مسلک پر تھے۔ متعدد مرتبہ آپ نے سفر حج کیا۔ آپ کے مریدین اور معتقد عرب و عجم میں پھیلے ہوئے تھے آخیر عمر میں گوشہ نشینی کی طرف مائل ہوئے اور ایک پہاڑ کی کھوہ میں اقامت اختیار کر لی۔ اس تیاگاہ کا نام "درویش آباد" رکھا۔

آپ کے ہمعصر بزرگ مثلاً خواجہ محمد پارسا وغیرہ آپ سے بہت زیادہ عقیدت رکھتے تھے۔

شیخ موصوف نے ۸۳۸ھ میں وفات پائی اور قریہ مالین میں دفن کئے گئے وہاں سے آپ کا جنازہ درویش آباد میں اور درویش آباد سے عید گاہ کے جوار میں منتقل کیا گیا۔

[2] خواجہ ابوالولید احمد ظاہری و باطنی علوم میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے ابو عبداللہ بخاری صاحب صحیح بخاری اور امام دارانی سمرقندی صاحب سنین نے موصوف سے بھی حدیث پڑھی اور اپنی کتابوں میں آپ سے روایت کرتے ہیں۔

نفحات الانس میں لکھا ہے کہ خواجہ موصوف کثیر دولت رکھتے تھے۔ یہ تمام مال و دولت تحصیل علم میں صرف کر دی طبعاً نہایت فیاض اور خوش خلق تھے۔ شاہرخ پسر تیمور صاحبقراں خواجہ کے مزار سے بہت زیادہ عقیدت رکھتا تھا۔ جب تک وہ ہرات میں رہا ہمیشہ بلا ناغہ بدھ کے دن مزار کی زیارت کو جاتا تھا۔

احمد بن ابی الرجا عبد اللہ بن ایوب بن حنیفہ مروی ثم ہروی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ قبر کا اصلی پتھر موجود نہیں۔ البتہ گھاٹی پر نصب شدہ پتھر ظاہر کرتا ہے کہ یہ زیارت ابو الولید احمد کی ہے ۲۳۲ھ میں وفات پائی۔ یہ مزار بھی کافی شہرت رکھتا ہے۔ سلطان محمد کرت نے اُن کی تربت پر عالی شان عمارت تعمیر کرائی تھی۔ جو آج تک موجود ہے یہ گنبد اور مقبرہ پختہ اینٹوں سے بنا ہوا ہے اس کے پہلو میں جو باغ ہے بالکل ویران اور خراب ہو چکا تھا۔ اب آخری دور میں اُس کی مرمت کر دی گئی ہے۔ نیز چند جدید عمارتوں۔ مدرسہ دار الحفاظ۔ مسجد جامع۔ حوض کا فضا وغیرہ کا اضافہ بھی کیا گیا ہے شاہان ازبکیہ نے بھی اس زیارت کے ارد گرد چند عمارتیں بنائی ہیں۔

ہرات کے جنوب مغرب میں برج خاکستر کے قریب ایک اور عظیم الشان زیارت سلطان میر شاہد کے نام سے مشہور ہے۔ لوح قبر کا نوشتہ عربی خط میں عبد اللہ بن امیر زید بن امام[1] حسن بن علیؓ کا نام ظاہر کرتا ہے جو ۳۵ھ ۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۰ھ میں اپنے والد کی حیات میں وفات پائی۔

ان زیارتوں کے علاوہ جو شہر کے چاروں طرف ہیں ایک اور زیارت شہر کے شمال مشرق میں زیارت خواجہ علی باقر کے نام سے موجود ہے۔

اسی طرح ایک اور زیارت شہر کی جنوب مشرقی جانب ایک پشتہ کے اوپر خواجہ تاقی کے نام سے شہرت رکھتی ہے۔

اگر ہم یہاں ہرات کی تمام زیارت گاہوں کا ذکر کریں تو اپنے اصلی موضوع سے بہت دور نکل جائینگے لہذا

---

[1] موصوف علم حدیث اور تاریخ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ صفائے باطن کے لحاظ سے اُس زمانہ کے اولیاء میں شمار ہوتے تھے شیخ ابو الفرج نے ۳۲۰ھ میں خراسان آکر اس زیارت گاہ کو رونق بخشی۔ بالائی عمارت شہریار بزرگ سلطان حسین بائقرار کے عہد ۸۹۰ھ (۱۴۸۵ء) میں تعمیر ہوئی۔ امیر عبد الرحمن خاں اور امیر حبیب اللہ خاں کے زمانہ میں اس کی دوبارہ مرمت ہوئی اس زیارت گاہ میں ایک اور قبر کی لوح پر جعفر ابو اسحاق متوفی ۲۸۹ھ کا نام کندہ ہے۔ بعض مورخین نے موصوف کا نسب عبد اللہ ابو احمد بن مسلم بن عقیل لکھا ہے۔ بہر حال لوحہ مزار پر مذکورہ بالا تحریر موجود ہے۔

انہی چند مقامات کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں[۱]۔

(۷) پُل مالان

قدیم یادگاروں میں سے ایک قابل دید چیز پُل مالان ہے۔ یہ پُل ہریرود پر بنایا گیا۔ قندھار کی سڑک اسی پر سے گذرتی ہے جس زمانہ میں شمالی تجارت کے راستہ سے ہرات دور تھا اس وقت یہ سیستان اور جنوبی ایران کی تجارت کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اسی زمانہ میں ہریرود پر آتش پرستوں کی ایک جماعت نے پُل بنایا تھا۔

مقدسی کا قول ہے کہ تمام سرزمین خراسان میں اس پُل کی نظیر موجود نہیں۔

اسفزاری نے تیموریوں کے زمانہ میں اس پُل کا نام "پُل مالان ہی لیا ہے انگریزی کتابوں میں (Pul-i-Malun) اور فریہ (جلد ۲ صفحہ ۲۹) میں (Pul-i-Malan) لکھا ہے لیکن اس کا صحیح تلفظ اسفزاری کے تلفظ کے مطابق پُل مالان ہی ہے۔

اس پُل کے اصل بانی کا پتہ نہیں۔

صاحب حبیب السیر ہروی لکھتا ہے:۔

"ہرات کے عجائبات میں سے ایک پُل مالان ہے۔ یہ پُل ہریرود پر بنایا گیا ہے۔ جس میں ۲۶ ڈاٹیں بنی ہوئی ہیں۔ پختہ اینٹوں۔ گچ اور چونہ سے اس کی تعمیر کی گئی ہے۔ لیکن اس کے بانی کا کسی کو پتہ نہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایک ضعیف بیوہ نے یہ پُل بنایا تھا[۳]"

گیارہویں قرن میں یار محمد خاں نے اس پُل کی دوبارہ مرمت کرائی اس کے بعد سنہ ۱۳۰۲ شمسی میں حکومت ہرات کی طرف سے نہایت عمدہ طریق پر اس کی پھر مرمت ہوئی۔

---

[۱] اس موضوع پر "مزارات ہرات" دو جلدوں میں ایک کتاب ہے جس میں ان تمام علماء و بزرگان کے حالات مختصر طور پر لکھے گئے ہیں جو ہرات میں مدفون ہیں۔ اس موضوع پر یہ کتاب بہت عمدہ ہے۔

[۲] تذکرہ جغرافیائے تاریخی ایران۔ مطبوعہ طہران صفحہ ۱۱۶ [۳] خاتمہ حبیب السیر صفحہ ۲۰

(۸) آتشکدہ زرتشتی

آتشکدۂ زرتشتی بھی ہرات کے اُن آثار قدیمہ میں سے ہے جن کا ذکر تاریخوں میں پایا جاتا ہے۔ یہ آتشکدہ پہاڑ کی ایک چٹان پر واقع ہے۔ اور "سرشک" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ پہاڑ دوسرے پہاڑوں کی بہ نسبت ہرات سے زیادہ قریب ہے۔ اور شہر سے صرف دو فرسخ کی مسافت پر ہے[1]۔

بارتولد کہتا ہے:-

"اس پہاڑ اور شہر کے درمیان آتش پرستوں کا ایک عبادت خانہ تھا[2]۔ مگر آج اُس کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔ اگر تحقیق و تدقیق سے کام لیا جائے تو شاید اُس کے کچھ آثار دستیاب ہو سکیں[3]۔

---

[1] تقویم البلدان بحث ہرات۔ مطبوعہ پیرس صفحہ ۴۵۴ و ۴۵۵

[2] جغرافیائے تاریخی ایران صفحہ ۱۰۳

[3] یہ مضمون مجلہ کابل کے سالنامہ کے ایک مضمون کا ترجمہ ہے جس کے ماخذ حسب ذیل ہیں:-

(۱) تاریخ کثیرہ۔ مولفہ سید شریف۔ راقم نسخۂ قلمی۔ عجائب خانہ کابل۔

(۲) انسائیکلوپیڈیا آف اسلام

(۳) انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا

(۴) تارودرن افغانستان۔ مولفہ ایت۔ مطبوعہ لندن۔

(۵) ہرات باغ دغلہ خانہ، آسیائے مرکزی۔ مولفہ کارنل مین۔ مطبوعہ لندن۔

(۶) تذکرہ جغرافیائے تاریخی ایران۔ مولفہ بارتولد۔ مترجمہ سرداوور۔ مطبوعہ طہران۔

(۷) طبقات سلاطین۔ تالیف لین پول۔ مترجمہ عباس اقبال۔ مطبوعہ طہران۔

(۸) آثار ہرات جلد اول۔ تالیف خلیلی افغان۔ مطبوعہ ہرات۔

(۹) جغرافیائے مفصل ایران جلد اول۔ تالیف مسعود کیہان۔ مطبوعہ طہران۔

(بقیه حاشیه صفحه گذشته)

(۱۰) مزاراتِ هرات جزء اول و دوم - مطبوعه لاهور

(۱۱) از استیلای مغول تا اعلان مشروطیت. جلد اول - تالیف عباس اقبال - مطبوعه هرات

(۱۲) تاریخ فرشته مطبوعه مطبع نول کشور لکهنو.

(۱۳) توزک بابری - مطبوعه هند -

(۱۴) حیات و اوقات سلطان محمود غزنوی - تالیف ڈاکٹر محمد ناظم - مطبوعه کیمبرج

(۱۵) نظام التواریخ - تالیف ابوالحسن علی بیضاوی ۹۷۴ھ نسخه قلمی - عجائب خانه کابل

(۱۶) لب التواریخ - تالیف یحیی عبداللطیف قزوینی - مطبوعه لندن

(۱۷) امان التواریخ - تالیف عبدالمجید ایرانی - نسخه قلمی - وزارت معارف -

(۱۸) ظفرنامه شرف الدین علی یزدی - نسخه قلمی کتب خانه ملی

(۱۹) حبیب السیر - تالیف خوندمیر - مطبوعه هند

(۲۰) ترو دی هارت آف افغانستان مولفه امیل ترنکلر جرمنی - ترجمه انگریزی نیدرستون - مطبوعه لندن

(۲۱) مجله ادبی هرات نمبر ۱۲ جلد ۳ و نمبر ۱ جلد ۴ -

(۲۲) تقویم البلدان - مطبوعه پیرس

(۲۳) افغانستان - مولفه نیدرمایر و اونست وتیس - جرمنی صفحه ۵۰ مطبوعه لیپزک (مترجمه آقای جیلانی خان)